چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں

چند آفاقی دلائل کا جائزہ

(۴)

مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی بنگلوری۔ اسلامیہ لائبریری چک باناور۔ بنگلور نارتھ

چنانچہ پچھلے صفحات میں اس حقیقت پر روشنی پڑ چکی ہے کہ چاند چاروں طرف سے برابر کٹتا جا رہا ہے۔ اور جب اس کے شگافوں کی گہرائی ایک ہزار میل تک پہونچ جائے گی تو وہ پوری طرح کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ مگر اب دوسری حیثیت سے غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ ان شگافوں کی گہرائی ایک ہزار میل تک پہونچنے سے پہلے ہی وہ پھٹ سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری زمین کی طرح خود چاند کے بطن میں بھی آتش فشانی لاوا کھول رہا ہے جیسا کہ چاند پر بہت سے آتش فشانی دہانوں کے وجود سے پتہ چلتا ہے۔ اب اندرونی دباؤ یا کسی بیرونی حادثے کی بنا پر ایک ایسا زبردست دھماکہ پیدا ہو جائے گا کہ اس کے بیرونی شگافوں کو غالباً یہ فاصلہ (ایک ہزار میل) طے کر لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آسکے گی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ چاند کا سارا کا سارا مادہ تتر بتر ہو کر زمین سے ٹکرا جائے گا۔ کیونکہ زمین اپنی طاقتور کشش کے ذریعہ چاند کے ان بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو نہایت آسانی کے ساتھ کھینچ لے گی۔ جس کے نتیجے میں ہمارا کرۂ ارض بھی ایک زبردست بھونچال سے دوچار ہو جائے گا، اور تمام مخلوقات فنا ہو جائیں گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ روئے زمین پر جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے۔ صرف تیرے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو صاحب عظمت و اکرام ہے (رحمٰن: ۲۶-۲۷)

عالمگیر قانون تجاذب اور اس کی کارفرمائی

مذکورہ بالا توجیہ کے مطابق ایک سیارے کے دھماکے کا اثر اپنے پڑوسی سیاروں پر ضرور پڑے گا کیونکہ تمام ستارے و سیارے ایک باہمی

کشش یا عالمگیر قانون تجاذب (UNIVERSAL LAW OF GRAVITATION) کے تحت ایک دوسرے کو جکڑے ہوئے ہیں، جو حسبِ ذیل آیاتِ قرآنی کی تصدیق و تائید ہے:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۔ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۔

اور اُس نے آسمان کو اونچا کیا اور اس میں میزان رکھدی۔ (اور تمام اجرام سماوی کو حکم دیا کہ) کوئی (اپنی) میزان سے آگے نہ بڑھے (رحمٰن: ۷-۸)

اور اس میزان کی توضیح دوسرے مقامات پر اس طرح فرمائی:

وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۔

(اور کیا تو نے نظارہ نہیں کیا کہ) اللہ آسمان (اور اس کے اجرام) کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے، جو صرف اُسی کے حکم سے قائم رہ سکتے ہیں؛ یقیناً اللہ لوگوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے (حج: ۶۵)

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۔

یقیناً اللہ زمین اور آسمانوں (آسمانی سیاروں) کو (اپنی مقررہ جگہوں یا مداروں سے) ہٹنے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر وہ (اپنے مقام سے) ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ بلاشبہ وہ بڑا بردبار اور صاحب مغفرت ہے (فاطر: ۴۱)

یہ آسمانی میزان — جس کو آپ چاہیں تو عالمگیر قانون تجاذب بھی کہہ سکتے ہیں — اتنی عظیم الشان اہمیت والی چیز ہے کہ اس کو ایک موقع پر اللہ تعالےٰ کے وجود کی نہایت روشن اور جلی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۔

اور اُس کے نشانہائے (وجود و قدرت) میں سے ہے یہ بات کہ ارض و سما اس کے حکم سے قائم ہیں۔ (روم: ۲۵)

چنانچہ اگر خدا کا وجود نہ ہوتا تو یہ تمام ستارے و سیارے اور کل کہکشائیں

(GALAXIES) ایک دوسرے سے ٹکرا کر کبھی کے فنا ہو جاتے اور لاقانونیت کا دور دورہ ہو جاتا اور دوسری حیثیت سے ان کا ایک نفیس و بے داغ ضابطے کے ماتحت رواں دواں ہونا بھی ممکن نہ ہوتا۔ غرض ان تمام اجرام فلکی کے معین و مقررہ اور بالکل لگے بندھے اصول و ضوابط وجود باری کی قطعی و فیصلہ کن اور نہایت شاندار دلیل ہیں اور ربوبیت کے تقاضے کے تحت جب ان اجرام سماوی کا "مقررہ وقت" (الساعۃ جس کی توضیح دوسرے مقامات پر" اجل مسمی" سے کی گئی ہے) قریب آجائے گا تو یہ میزان ـــ یا قانون تجاذب ـــ اٹھا لیا جائے گا۔ جس کے باعث تمام اجرام سماوی آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گے۔ اور یہ "زوالِ میزان" مجرد امر الٰہی کے باعث بھی ہو سکتا ہے یا مختلف سیاروں کے دھماکوں کے باعث قانون فطرت (LAW OF NATURE) یا سلسلۂ اسباب و علل کے روپ میں بھی۔ بہرحال حسب ذیل آیات میں ان کائناتی دھماکوں کے اشارے ملتے ہیں

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً۔	پس جب صور یکبارگی پھونک دیا جائے گا۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے پھر ان کو ایک زبردست ٹکر دی جائے گی (حاقہ: ۱۳-۱۴)
کَلَّآ اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا۔	یقیناً جب زمین توڑ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ (فجر: ۲۱)
یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّھِیْلًا۔	جس دن کہ زمین اور پہاڑ جھنجوڑ دیے جائیں گے اور پہاڑ ریگ رواں کی مانند بن جائیں گے۔ (مزمل: ۱۴)
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ۔	اور زمین شاہد ہے جو پھٹنے والی ہے۔ (طارق: ۱۲)
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا۔	جب زمین پوری جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور وہ اپنا سارا بوجھ نکال باہر کر دے گی (زلزال: ۱-۲)

مذکورہ بالا آیات سے ایک بین السیاراتی ٹکراؤ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ اور ہمارے

چاند کی داستانِ انتشار سے صاف نظر آتا ہے کہ اولین طور پر ہماری زمین سے ٹکرانے والا سیارہ چاند ہی ہوگا۔ اور آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ٹکراؤ کے نتیجے میں لازمی طور پر زمین میں بھی ایک سخت بھونچال آجائے گا اور اس کے بطن میں مدفون شدہ تمام اشیاء اور سارا لاوا اُبل پڑے گا۔ اور زمین کا یہ بھونچال ایک ثانوی دھماکہ ہوگا جو اولین دھماکے (زمین اور چاند کے ٹکراؤ) کے نتیجے میں ظاہر ہوگا۔ اسی لیے اس کی تعبیر "زلزالہا" (اس کا اپنا دھماکہ) کے الفاظ سے کی گئی ہے۔

نظامِ کائنات اور قیامت

حاصل یہ کہ انشقاقِ قمر آج پوری نوعِ انسانی کو ایک ایسی چونکا دینے والی کہانی سنا رہا ہے جو ایک ایٹم بم کے دھماکے سے کسی طرح کم نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا ڈراپ سین بالکل قریب آگیا ہے۔ اب پتہ نہیں کہ مستقبل میں کس وقت کیا ہو جائے؟ یعنی اب ایک غیر یقینی صورتحال پیدا ہو گئی ہے جس سے پورا عالم انسانی دوچار ہونے والا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآنی دعویٰ بڑا ہی حقیقت افروز اور چونکا دینے والا ہے:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ قیامت قریب آگئی (کیونکہ) چاند پھٹ گیا۔

یہ ایک سائنٹفک اور یقین آفریں بیان ہے۔ کیونکہ اس موقع پر "اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ" کو ایک دعویٰ اور "وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ" کو ایک دلیل کے روپ میں پیش کیا گیا ہے، یعنی چاند کا شق ہو جانا قربِ قیامت کی قطعی و فیصلہ کن اور بڑی زبردست دلیل ہے۔ جس کا انکار آج ایک کٹر منکر اور مادہ پرست بھی نہیں کر سکتا۔

وہ زمانہ لد گیا جبکہ لوگ انبیائے کرام کی باتوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، قیامت کو ایک ڈھکوسلہ یا کسی مجذوب کی بڑ قرار دیا کرتے تھے حتیٰ کہ علمی وعقلی دلائل کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مگر اب ان آفاقی دلائل کو جو عین الیقین اور حق الیقین بن چکے ہیں، جھٹلا دینا کسی بھی طرح

ممکن نہیں۔ کیونکہ اس کارخانۂ فطرت کا اختتام خود قانون فطرت (LAW OF NATURE) کے روپ میں بالکل یقینی نظر آ رہا ہے۔ اور اسی سلسلے میں مزید آفاقی و انفسی دلائل مثلاً آفتاب کی شہادت[1]، قانون حرارت کی شہادت[2]، تابکاری کی شہادت[3] اور فطرت انسانی یا نفس ناطقہ کی شہادت (وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ) وغیرہ سے واقفیت کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن اور سائنس"۔ گویا کہ خلاقِ فطرت نے تمام اوراق فطرت پر وقوع قیامت اور قرب قیامت کی خبر حیرت ناک حد تک نہایت واضح و روشن الفاظ میں نقش کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات اور مظاہر کائنات میں غور و فکر کرنے کے لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے توحید و رسالت کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ معاد کا اثبات بھی مقصود ہے۔ اور نظام کائنات میں قیامت اور قرب قیامت کی جھلکیاں صاف صاف نظر آ جاتی ہیں۔ اسی حقیقت کو حسب ذیل عظیم آیات میں بے نقاب کیا گیا ہے:

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ	زمین اور آسمانوں کی تخلیق اور رات دن کے ہیر پھیر میں ارباب
الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ	عقل و دانش کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں ان
وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي	لوگوں کے لیے جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ
الْاَلْبَابِ۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ	کو یاد کرنے اور زمین و آسمانوں کی آفرینش میں سوچ بچار
اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى	کرتے رہتے ہیں (اور حاصل تحقیق کے طور پر بے اختیار

---

[1] بمطابق اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا کے مطابق، جس کی ایک مشکل حرکیاتِ حرارت کا دوسرا اصول (SECOND LAW OF THERMODYNAMICS) ہو سکتی ہے۔

[3] یعنی (RADIO ACTIVITY) جس کو "اِنِّيْ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ" کے عظیم و ہمہ گیر ابراہیمی کلیہ کے مطابق "افول مادہ" بھی کہہ سکتے ہیں

جُنُوۡبِهِمۡ وَ يَتَفَكَّرُوۡنَ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

اُن کی زبانوں سے نکل جاتا ہے کہ) اے ہمارے رب! تونے یہ سارا سلسلۂ تخلیق بیکار (بلا مقصد) نہیں پیدا کیا ہے، تو یقیناً پاک ہے (ان سب خرافات سے) لہٰذا تو ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے (جو ہم کو نظامِ کائنات میں غور و فکر کے باعث بالکل یقینی معلوم ہو رہا ہے۔

(آل عمران : ۱۹۰ - ۱۹۱)

چنانچہ قیامت کی اس اٹل صداقت کو جھٹلانے والی کوئی چیز کائنات میں موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا: لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ (واقعہ : ۲)

خدا ہی کاشف الاسرار ہے

حقیقت یہ ہے کہ خداوند جل و علا نے ایک حکیمانہ اسکیم کے مطابق کائنات کی تخلیق کی پھر نظامِ کائنات کے تمام بنیادی اصولوں یا رازہائے فطرت کا بیان اپنی عظیم و لافانی کتاب میں درج کر دیا۔ پھر انسان کو نظامِ کائنات اور خود قرآن مجید کے مضامین میں فکر و نظر کی دعوت دی۔ اب ان دونوں کے ملاحظے اور تطبیق سے ایک ایک کرکے کائنات کے تمام رازہائے سربستہ کھل جاتے ہیں اور اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے مصداق علم الٰہی کی ازلی و آفاقی تجلیوں سے دنیا کا گوشہ گوشہ منور ہو جاتا ہے اور انوارِ الٰہیہ کے پرتو سے پوری کائنات جگمگا اٹھتی ہے۔ غرض حسب ذیل آیات کے مطابق

کائنات کے اسرار سربستہ کو بے نقاب کرنا بھی خدا نے اپنا ذمہ قرار دیا ہے:

وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۔

اور زمین و آسمان کا کوئی پوشیدہ راز ایسا نہیں ہے جو (اس) کھلی کتاب میں موجود نہ ہو (نمل : ۷۵)

قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔

کہہ دو کہ اس کتاب کو اس نے اتارا ہے جو زمین اور آسمانوں کے (تمام) بھیدوں کو جانتا ہے۔

(فرقان : ۶)

اَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِیْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ — کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں سر نیاز نہ جھکائیں گے جو زمین و آسمانوں کی پوشیدہ چیز کو ظاہر کر دیتا ہے ؛ (نمل : ۲۵)

ان آیات میں غَائِبَۃ، یسرّا اور خبء تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں اور تینوں کا مفہوم ہے پوشیدہ چیز یا سربستہ راز۔ لفظ غائبۃ مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی بہت زیادہ پوشیدہ چیز۔

ان آیات کا منشا و مقصد صاف ظاہر ہے۔ اب چونکہ چاند اور دیگر اجرام فلکی کے مذکورہ بالا راز ہائے درون بھی آج محض کتاب اللہ کے باعث منکشف ہو رہے ہیں گویا کہ خود اللہ تعالیٰ ہی ان اسرار کی گرہ کشائی کر رہا ہے۔ یہ بڑی عجیب و غریب حکمت ہے کہ جب علم انسانی سائنس کی ترقی کے باعث کسی نئی منزل میں داخل ہوتا ہے تو فوراً کتاب الٰہی میں مرقوم شدہ ربانی انکشافات دلائل آفاق کا روپ دھار کر جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں مزید ثبوت یہ ہے کہ سورۂ قمر کی ابتدا (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ) سے پہلے سورۂ نجم کی آخری آیات میں اس ابدی حقیقت پر سے پردہ پوری طرح اٹھا دیا گیا ہے۔ اور اس ملاحظہ سے ان دونوں سورتوں کا باہمی ربط بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے :

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۔ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۔ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۔ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۔ — یہ (جدید آفاقی نشان) بھی ایک دھمکی ہے اگلی دھمکیوں میں سے۔ قریب آنے والی چیز آ پہونچی [1] اس کی سربستہ حقیقت کھولنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو؟ اور روتے نہیں بلکہ ہنستے ہو؟ (حالانکہ انشقاق قمر ایک داستان عبرت ہے) اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم (غافل و بدمست ہو کر) گا بجا رہے ہو [2] بس

---

[1] "ازفت" "ازف" سے ہے، جس کے اصل معنی تنگی وقت کے ہیں، یعنی بالکل قریب آ جانا۔

[2] "سامدون" کے معنی ہیں: کھیل کود کرنے والے، غافل، تکبر سے سر اٹھانے والے اور تحیر زدہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَاَنْتُمْ سٰامِدُوْنَ۔ (تم میں انفعال و عبرت پذیری کی کوئی رمق بھی باقی ہے تو)

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (پھر) خدا کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ اور اس کی عبادت میں لگ جاؤ۔ (نجم: ۵۶ - ۶۲)

آیاتِ بالا میں "لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ" ٹھیک حسب ذیل آیات کی تفسیر ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ وقت موعود کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ: قیامت کے وقت کو کھولنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

سورۂ قمر کا موضوع اور خدائی منصوبہ

سورۂ نجم کی مذکورہ بالا آیات بڑے حکیمانہ ربط و تناسب کے ساتھ درج ہیں، اور حالات حاضرہ اور اس کے نفسیاتی پس منظر کی بڑی اچھی تصویر کشی کر رہی ہیں۔ غرض شق القمر ایک عظیم سبق اور ناقابل فراموش عبرت ہے جو آج ایک بانگِ درا یا ربانی تازیانے کا روپ دھار کر خفتہ اور سوئے ہوئے انسانوں کو جھنجوڑ رہا ہے۔

اس لحاظ سے موجودہ خدا بیزار اور آخرت فراموش معاشرۂ انسانی کے لیے سورۂ قمر میں عبرت و بصیرت کا تمام سامان جمع کر دیا گیا ہے۔ جس میں سب سے پہلے انشقاق قمر اور قرب

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ)

وغیرہ۔ اور یہ تمام معنی موجودہ عام انسانی معاشرہ پر پوری طرح صادق آتے ہیں۔ مگر ائمہ لغت نے اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ تصریح کی ہے کہ حمیری اور یمانی لغت میں سامدون گانے والوں کو کہتے ہیں۔ اور بخاری شریف میں بھی عکرمہ سے یہی معنی مروی ہیں۔ (ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ مطبوعہ ندوۃ المصنفین)۔

اس لحاظ سے سامدون کے ذریعہ خصوصیت کے ساتھ موجودہ عالم انسانی کی بڑی اچھی تصویر کشی کی گئی ہے، جو آج عالمگیر حیثیت سے گانے بجانے میں مشغول و منہمک ہے۔ چنانچہ آج کی آرٹ نوازی، کلچرل پروگرام، قسم ہا قسم کے کلب اور انجمنیں اور سب سے بڑھ کر ریڈیو اور ٹرانزسٹروں کی عالمگیر وبا ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ یہ ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ کا حیرت انگیز نظارہ

قیامت کا ذکر کرنے کے بعد منکرین و معاندین کی ہٹ دھرمی و عناد کا تذکرہ فرمایا پھر گزشتہ مغرور و سرکش اقوام عالم کی تباہی و بربادی کے واقعات اور ان کے اسباب بڑے مؤثر اور سبق آموز انداز میں بیان کر کے مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا۔ پھر سنتِ الٰہی (منکرین کو دنیا میں عبرت ناک سزا دینے کا ازلی قانون خداوندی) کی تفصیل بیان کر کے مشرکین مکہ اور ان کے واسطے سے عصر حاضر کے منکرین و معاندین کو ایک زبردست تنبیہہ اور وارننگ دی گئی۔ اور اس آیت کو بار بار دہرایا:

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ اور ہم نے قرآن کو سبق آوری کے لیے آسان کر دیا ہے، پس ہے کوئی سبق حاصل کرنے والا؟

چونکہ سورۂ قمر کا موضوع انشقاق قمر کی بنا پر "قرب قیامت" ہے اس بنا پر پوری سورت کو "القمر" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اب مذکورہ بالا آیت کے مطابق اولین سبق آوری یا عبرت پذیری حالات قمر سے ہوگی اور ثانوی طور پر گزشتہ اقوام عالم کے دردناک انجام سے۔ اور ان دونوں پہلوؤں سے اسباق و بصائر کا ایک دفتر ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لحاظ سے یہ پوری سورت نظم کلام اور ربانی حکمت و دانش کا ایک لاجواب نمونہ ہے۔ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ؟

پھر آخر میں بتایا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام مظاہر کائنات کو ایک خاص اسکیم کے مطابق پیدا کیا ہے اور انسانوں کے تمام اعمال یا ان کے کل حرکات و سکنات کا ایک باقاعدہ ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے۔ جس کے مطابق قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا:

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ وَلَقَدْ اَھْلَکْنَآ اَشْیَاعَکُمْ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ۔ وَکُلُّ صَغِیْرٍ و

ہم نے ہر چیز ایک مقررہ منصوبے کے مطابق پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم صرف ایک بات ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا اور ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر ڈالا ہے، پس ہے کوئی سبق حاصل کرنے والا؟ اور انھوں نے جو کچھ کیا ہے سب اُن کے نامۂ اعمال میں درج ہے۔ اور ہر

كُبِيرٍ مُسْتَطَرٌ - اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ - فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ -

چھوٹی بڑی چیز لکھی جارہی ہے جس کے مطابق، اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ اور ان کو صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس معزز مقام ملیگا

(قمر: ۴۹۔ ۵۵)

راکٹوں کی کہانی یا قیامت نامۂ جدید

ان آیات پر سورۂ قمر کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد سورۂ رحمٰن کا آغاز ہوتا ہے، جس میں صاف صاف راکٹ سازی اور زمین کے حدود کشش سے باہر نکل جانے یا دوسرے لفظوں میں زمین چھوڑ کر دیگر سیاروں پر پہونچ جانے کا تذکرہ موجود ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ -

اے گروہ جن وانس! اگر تم کو زمین اور آسمانوں کے کناروں سے نکل جانے کی قوت ہو تو نکل جاؤ۔ مگر تم بغیر ایک (زبردست) زور آزمائی کے نکل نہ سکوگے۔

(رحمٰن: ۳۳)

اس آیت کی تفسیر اگلے صفحات میں مذکور ہے۔ پھر سورۂ رحمٰن کے بعد سورۂ واقعہ ہے جس میں کائنات کے اختتام اور نوع انسانی کے انجام کی داستان نہایت صراحت کے ساتھ اور سائنٹفک انداز میں مذکور ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ - لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ - خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ - اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا - وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا - فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا - وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا

جب برپا ہونے والی چیز برپا ہو جائے گی۔ جس کے وقوع کو جھٹلانے والی کوئی چیز (اس عالم آب وگل میں) موجود نہیں ہے ۔۔۔ وہ کسی کو پست کرے گی تو کسی کو بلند (اپنے اپنے اعمال کے باعث) جبکہ زمین پوری طرح لرزا دی جائے گی اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے، تو وہ اڑتے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ اور تم تین جماعتوں میں

ثُلّٰثَۃً ٥ تقسیم ہو جاؤ گے (واقعہ: ۱-۷)

پھر اس کے بعد مذکورہ بالا تین قسم کی جماعتوں کی تفصیل ہے۔ یعنی دو جنتی (ایک فسٹ کلاس اور دوسری تھرڈ کلاس) اور ایک دوزخی۔

بہر حال ان چاروں سورتوں کے باہمی ربط و تعلق پر آفاقی نقطۂ نظر سے خاصی روشنی پڑ جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی تمام سورتیں ایک حکیمانہ اور منطقی ربط کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں۔ اس سے فرقۂ شیعہ کے اس بے بنیاد عقیدہ کی لغویت ظاہر ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید میں کافی ردوبدل کر ڈالا ہے، اور بہت سی باتیں سرے سے غائب کر دی ہیں۔[1]

پھر سورۂ نجم کا تعلق ان سورتوں سے اس لحاظ سے بھی اہم اور قابل توجہ ہے کہ اس میں اس ناقابل فراموش حقیقت پر سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے کہ اس کائنات میں سب سے پہلا خلائی انسان ایک نہایت محبوب و برگزیدہ بندہ (علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات) ہوا ہے جس نے معراج کے موقع پر اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں (لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى) اور سب سے پہلے پوری کائنات اور اس کے عجائبات کی سیر و مشاہدہ

---

[1] اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن مجید اور سائنس" جس میں نظام کائنات کے تمام رازہائے سربستہ کا قرآن عظیم کی روشنی میں جائزہ لے کر اس گمراہ کن عقیدے کی دھجیاں اُڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو صحیح معنی میں حسب ذیل دو آیات کا کرشمہ ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ زمین و آسمان کا کوئی سربستہ راز ایسا نہیں ہے جو اس روشن کتاب میں موجود نہ ہو۔ (نمل: ۷۵)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ (حٰم سجدہ: ۵۳)

کر کے سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچ گیا، جس سے اونچا کوئی مقام انسانی تصور میں موجود نہیں ہے۔ اس کائنات میں کسی بھی انسان کو اتنا بڑا مرتبہ و اعزاز نہ کبھی ماضی میں حاصل ہو سکا ہے اور نہ مستقبل میں کبھی حاصل ہو سکے گا۔

غرض آفاقی نقطہ نظر سے ان چاروں سورتوں کی تفسیر اور ان کے باہمی ربط و تعلق کے بیان کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ مگر اتنا تو بہر حال صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ موجودہ خلائی پروازوں کا وقوع قیامت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "راکٹوں کی کہانی قرآن کی زبانی" (یا قیامت نامۂ جدید) جس میں اس موضوع پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ هٰذَا بَصَآئِرُ۔

چاند ایک عظیم شاہد

خلاصہ بحث یہ کہ "وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" (دن رات اور آفتاب و ماہتاب اس کے نشانہائے قدرت میں سے ہیں) کے مطابق چاند خدا کے وجود، اس کی وحدت و یکتائی، قدرت و ربوبیت اور حکمت و مصلحت کے علاوہ قیامت اور قرب قیامت کی صحت و صداقت کا بھی ایک زبردست آفاقی نشان اور قطعی و فیصلہ کن ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے موقع پر ایک دلنشین پیرایہ میں جہنم کے ثبوت کے لیے چاند کو بطور ثبوت پیش کیا گیا ہے:

كَلَّا وَالْقَمَرِ۔ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ۔ وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ۔ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ۔ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ۔ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝

سچی بات یہ ہے کہ چاند (بھی) شاہد ہے، اور وہ رات (بھی) جب وہ پیچھے ہٹ جائے اور صبح (بھی) جب وہ روشن ہو جائے، کہ جہنم یقیناً بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ جو نوع انسانی کو ڈرانے والی ہے۔ (لہٰذا اب) تم میں سے جو چاہے (ربانی سرچشمۂ ہدایت کی طرف) بڑھے یا پیچھے ہٹ جائے (اس کا ہر ایک کو اختیار ہے۔ (مدثر: ۳۲-۳۷)

یعنی چاند کے حالات، اس کا بتدریج گھٹنا بڑھنا، اس کا ظہور و فنا، روشنی و تاریکی اور

سب سے بڑھ کر اس کی داستان انتشار، یہ تمام چیزیں قیامت، سزا و جزا اور جنت و دوزخ وغیرہ ہر چیز کی حقانیت کا ثبوت ہے۔

غرض آج کائنات کے گوشے گوشے سے قیامت کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، تمام مظاہر کائنات اپنی زبان حال سے پکار پکار کر روزِ جزا کا اعلان و اعتراف کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں تمام علامتیں ایک ایک کر کے نمایاں ہوتی جا رہی ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ مستقبل میں کس وقت کیا ہو جائے؛ کیونکہ قرآن کریم تو صاف صاف پوری صراحت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ وقت موعود بغیر کسی دستک یا چاپ کے اچانک اور دفعۃً آجائے گا:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا	پس ان منکرین کو تو صرف اسی بات کا انتظار ہے کہ قیامت
السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ	ان کے پاس اچانک آجائے، حالانکہ اس کی (تمام)
بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ	علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ لہٰذا جب وہ (اچانک) ان
اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ	کے پاس آہی جائے تو (اس کے بعد) انہیں پذیرائی کا
اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ۔	موقع) کہاں ملے گا؟ (محمد: ۱۸)
وَلَقَدْ جَآءَهُمْ	اور یقیناً ان کے پاس وہ (تمام) خبریں آچکی ہیں جن میں
مِنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ	ڈانٹ ڈپٹ موجود ہے۔ (یہ تمام) انتہائی حکمت کی
مُزْدَجَرٌ۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ	باتیں ہیں، مگر (ایسی پر حکمت باتیں) اور ڈراوے بھی
فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔	(غافل و بدمست لوگوں کو) کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔

(قمر: ۴-۵)

غرض یہ ہے حسب ذیل آیت کا ولولہ انگیز اور زبردست ترین آفاقی جلوہ:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ	ہم عنقریب دکھا دیں گے ان منکرین کو اپنے واضح نشانات
وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	ان کے چاروں طرف بھی اور خود ان کی ہستیوں میں بھی
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ اَوَلَمْ	کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز سے آگاہ و

يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ | باخبر ہے ؛ (حٰم سجدہ : ۵۳)

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ | اور تیرے رب کی بات پوری ہوئی، کیا بلحاظ سچائی اور کیا بلحاظ عدل و درستی، اُس کی باتوں (اور وعدوں) کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اور وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (انعام : ۱۱۶)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ | اے لوگو ! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے دلیل آچکی ہے اور ہم تمہارے پاس ایک نمایاں روشنی (قرآن) بھیج چکے ہیں (نساء : ۱۷۵)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ۔ | یقیناً یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی اور درست ہے (بنی اسرائیل : ۹)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ | اور ہم نے سبق آموزی کے لیے یقیناً اس قرآن کو آسان کر دیا ہے، بس ہے کوئی سبق حاصل کرنے والا ؛ (قمر)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔ يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ | یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ پس اللہ اور اس کی آیات و نشانات کے بعد یہ لوگ آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے ؛ خرابی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو جھوٹ اور گناہ پر کمر باندھ چکا ہو۔ وہ آیات الٰہی کو ــــ جو اُس کو سنائی جاتی ہیں ــــ سنتا ہے مگر اس کے باوجود تکبر ہی پر اڑا رہتا ہے گویا کہ کچھ سنا ہی نہیں تو ہر ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ (جاثیہ : ۶-۸)

(باقی)